10

خدا تعالیٰ کی صفات کو بار بار دُہرانے سے اس کی محبت پیدا ہوتی ہے

(فرمودہ 20 اپریل 1951ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پچھلا جمعہ تو بوجہ بیماری کے میں پڑھا نہیں سکا اس لیے پہلے دو جمعوں سے میں ایک مضمون بیان کرتا چلا آ رہا ہوں اور وہ مضمون محبت الٰہی کا تھا۔ میں نے بتایا تھا کہ دنیا میں ہمیں محبت پیدا کرنے یا محبت پیدا ہونے کے تین ذرائع معلوم ہوتے ہیں اور وہ تین ذرائع حُسن، احسان اور صحبت ہیں۔ یعنی محبت یا تو حُسن سے پیدا ہوتی ہے یا احسان سے پیدا ہوتی ہے اور یا صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ صحبت میں علاقہ یعنی تعلق بھی شامل ہوتا ہے۔ صحبت دو قسم کی ہوتی ہے عقلی اور عملی۔ عقلی صحبت علاقہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور عملی صحبت پاس رہنے سے ظاہر ہوتی ہے۔

میں نے ان ذرائع میں سے احسان کو پہلے لیا تھا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم محبتِ الٰہی کس طرح پیدا کریں؟ انہیں دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں کس طرح محبت پیدا ہوتی ہے۔ اگر تمام دنیا میں احسان کے ذریعہ محبت پیدا ہوتی ہے تو پھر اس سے خدا تعالیٰ کو کیوں مستثنیٰ کیا جائے۔ جیسے احسان کے ذریعہ

دنیا میں دوسرے لوگوں کی آپس میں محبت ہوتی ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کی محبت بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی روک ہوگی تو صرف یہ کہ تمہیں معلوم نہیں ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے تم پر کیا احسان کیا ہے۔ اگر واقع میں تمہیں یقین ہو جائے کہ خدا تعالیٰ تمہارا مُحسن ہے اور یہ نکتہ سمجھ آ جائے کہ سب سے بڑا مُحسن تمہارا خدا تعالیٰ ہے تو لازماً محبتِ الٰہی خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ انسان اپنے اندر یہ یقین پیدا کرلے کہ خدا تعالیٰ اُس کا سب سے بڑا مُحسن ہے۔ وہ اس کے احسانات کو گِنے، ان پر غور کرے، سوچے اور انہیں دل میں جمانے کی کوشش کرے۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے شریعت نے اس کے لیے ایک آسان گُر مقرر کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی کام کرو، کھانا کھاؤ، پانی پیو یا کوئی اَور کام کرو اُس سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لیا کرو 1 اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سب نعمتیں خدا تعالیٰ نے ہی دی ہیں۔ پھر جب وہ کام ختم کرو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو۔2 اگر اس نکتہ کو مسلمان سمجھتے اور اگر ایک مسلمان بچپن میں ہی اِن باتوں کا عادی ہو جاتا تو یقیناً کچھ عرصہ کے بعد یہ باتیں راسخ ہوتی ہوتی اُس کے اندر گڑ جاتیں اور یہ سوال پیدا ہی نہ ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی محبت کس طرح پیدا کی جائے۔ خدا تعالیٰ کے ہم پر احسان ہیں یا نہیں؟ اُس کے احسان تو بچوں کے دلوں میں بھی گڑ جاتے ہیں۔ میں نے بچوں اور جوانوں سے اِس بارے میں سوالات کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ واقع میں اِس بارہ میں غفلت برتی جارہی تھی یا غفلت برتی جارہی ہے۔ اکثر نے مجھ سے کہا ہے کہ ہمیں اس مسئلہ کا علم تو ہے لیکن ہم اسے اکثر بھول جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ماں باپ نے یہ بات اُن کے ذہن نشین نہیں کرائی۔ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ معمولی بات ہے۔ اگر کرلیا تو خیر ورنہ اس کے نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محبتِ الٰہی اس ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر محبتِ الٰہی کوئی اہم نکتہ ہے تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی نہایت اہم ہیں کیونکہ انہی سے محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

پس نوجوان خود بھی ان باتوں کی اپنے اندر عادت پیدا کریں اور پھر بچوں کے اندر ان باتوں کی عادت پیدا کریں، پھر استاد شاگردوں کے اندر اس کی عادت پیدا کریں۔ سپرنٹنڈنٹوں کو چاہیے کہ وہ بورڈنگوں کے طلباء کے درمیان یہ عادت پیدا کریں، مجلس کو مجلس کے ممبران کے اندر اور دوست کو اپنے دوستوں میں ان باتوں کی عادت پیدا کرنی چاہیے۔ ایک دوسرے کے تعاون اور مدد سے یہ خیال

پکا ہو جائے گا اور ان باتوں کی عادت پیدا ہو جائے گی اور عادت کے نتیجہ میں قلوب میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسری چیز جس سے محبت پیدا ہوتی ہے وہ حُسن ہے۔ درحقیقت اگر ہم محبت کا تجزیہ کریں تو اس کے صرف یہ معنے ہوتے ہیں کہ ایک چیز دوسری چیز کو اپنانا چاہتی ہے اور یہ جذبہ ہی اصل میں محبت کہلاتا ہے۔ جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ چیز میری ہے یا وہ یہ سمجھے کہ میں فلاں کا ہوں تو اسی کا نام محبت ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ کہ فلاں چیز میری ہو جائے ہمیشہ حُسن سے پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے لیے بھی یہی چیز استعمال ہو سکتی ہے۔ نئے نکتے بنانے اور نئے گُر بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم بازار میں جاتے ہیں۔ کسی دکان پر ہمیں ایک نئی اور عمدہ جوتی نظر آتی ہے۔ اُسے دیکھ کر ہمیں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں یہ جوتی لے لوں۔ عورتیں بازار میں سے گزرتی ہیں اور دکانوں پر کپڑے دیکھتی ہیں تو خیال کرتی ہیں کہ اگر پیسے ہوں تو فلاں کپڑا خرید لیں۔ سنگار کی کوئی چیز دیکھتی ہیں یا فرنیچر اچھا دیکھتی ہیں تو خیال کرتی ہیں کہ کاش! یہ چیزیں اُن کی ہو جائیں۔ ایک جاندار چیز کے لیے جس چیز کو ہم ''محبت'' کہتے ہیں بے جان کے لیے ہم اُسی کے لیے ''پسند'' کا لفظ بولتے ہیں۔ ایک عورت اپنے بچہ سے محبت کرتی ہے یا اسے کسی جوتے کی وضع پسند ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے یہ جوتا خرید لوں، اسے کوئی زیور پسند ہے تو اسے لینے کی وہ خواہش کرتی ہے، دکان پر کمخواب[3] دیکھتی ہے تو اسے خریدنے کو اُس کا جی چاہتا ہے۔ گویا لفظ ''پسند'' اور ''محبت'' ایک ہی چیز ہے لیکن ہمارے ملک میں عام طور پر ''پسند'' کا لفظ بے جان چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ''محبت'' کا لفظ جاندار چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب پسند کا طریق یہی ہے کہ کوئی اچھی چیز نظر آتی ہے تو جی چاہتا ہے کہ اُسے حاصل کیا جائے۔ اگر وہ چیز اُس کی طاقت کے مطابق ہے تو وہ اُسے خرید لیتا ہے اور اگر وہ اس کی طاقت سے بالا ہوتی ہے تو وہ اسے پسند تو کر لیتا ہے لیکن اس کے حصول کی خواہش دل سے نکال دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص بازار جاتا ہے اور دکان پر کوئی کپڑا دیکھ کر اُس کا بھاؤ پوچھتا ہے اور دکاندار اسے بتاتا ہے کہ یہ کپڑا دس روپے یا بارہ روپے فی گز ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ میں تو ایک غریب شخص ہوں۔ ایک دو روپے فی گز ہوتا تو میں خرید بھی لیتا لیکن اب تو یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ اس لیے وہ اس کے خریدنے کا خیال دل سے نکال دیتا ہے لیکن بہرحال اسے پسند کر لیتا ہے۔ گویا جہاں کوئی اچھی چیز نظر آئے گی انسان اسے پسند

کرے گا لیکن دل کو یہ کہے گا کہ اس کے خریدنے کا ارادہ نہ کرنا اور آہستہ آہستہ وہ دل سے اس کے خریدنے کا خیال نکال دے گا۔ بہرحال وہ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ یہ قیمت میری طاقت سے بالا ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ چیز پسندیدہ بھی نہ ہو، وہ چیز اچھی تو بہرحال ہے۔ بازار میں بے موسم پھل آتے ہیں اور وہ روپیہ دو روپیہ فی سیر ہوتے ہیں۔ اس بھاؤ پر غرباء اسے خرید کر نہیں کھا سکتے۔ اس لیے کہ وہ اُن کی طاقت سے بالا ہیں مگر بہرحال وہ انہیں پسند ہوتے ہیں۔ وہ پسند ضرور کر لیتے ہیں۔

آگے انسانوں میں بھی یہی حالات ہیں۔ انسانوں میں حُسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حُسنِ سیرت بھی لگا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں محبت کا لفظ بدل دیا گیا ہے۔ گو عربی میں یہ دونوں جگہ پر استعمال ہوتا ہے۔ کپڑے پر بھی محبت کا لفظ بولا جائے گا، زیور پر بھی محبت کا لفظ بولا جائے گا لیکن ہمارے ملک میں یہ امتیاز پیدا کر دیا گیا ہے کہ محبت جاندار چیزوں کے لیے ہوتی ہے اور پسند کا لفظ غیر جاندار چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جو چیز بھی حسین ہوگی اُس سے انسان کو محبت پیدا ہو جائے گی۔ حُسن دیکھنے کے علاوہ سننے سے بھی انسان کے اندر اثر کرتا ہے۔ مثلاً پہاڑ ہے۔ بعض پہاڑوں کو تو ہم دیکھ کر پسند کرتے ہیں لیکن بعض پہاڑوں کے متعلق کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ وہاں فلاں فلاں نظارے ہیں، عمدہ چشمے ہیں اور فلاں فلاں قسم کے پھل ہیں اور اِس طرح ہم انہیں پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ کشمیر کو ہزاروں نے دیکھا ہے لیکن لاکھوں نے صرف کتابوں میں پڑھا ہے یا دوسروں کی زبانی سنا ہے کہ کشمیر بڑی اچھی جگہ ہے۔ اس لیے اُن کا اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

غرض عشق آنکھوں سے بھی پیدا ہوتا ہے اور کانوں سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ پھر عشق جسم کی آنکھ سے بھی پیدا ہوتا ہے اور دل کی آنکھ سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جو وراء الورٰی ہے۔ اس لیے اُس کی محبت اسے ظاہری آنکھ سے دیکھ کر پیدا نہیں ہوتی۔ تم دنیا میں بعض موٹی موٹی چیزیں بھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ تم بجلی کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ پھر وہ قوتیں جو مادہ کے پیچھے کام کر رہی ہیں مثلاً بجلی کی طاقت، انہیں بھی تم ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ ان چیزوں کو اُن کی تأثیر سے معلوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی ہستی وراء الورا ہے اور ظاہری آنکھ سے وہ پوشیدہ ہے۔ اُسے دل کی آنکھ سے دیکھا جائے گا اور اُس کی آواز کو دل کے کان سے سنا جائے گا۔ شریعت نے اس کے لیے یہ طریق بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حُسن کو الفاظ میں بیان کیا جائے،

اُسے بار بار دُہرایا جائے اور آنکھوں کے سامنے اُس کی تصویر لائی جائے تا انسان مجبور ہو جائے کہ اُس سے پیار کرے۔ اور اس کا نام قرآن کریم میں ذکرِ الٰہی رکھا گیا ہے۔ جیسے فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ ۔4 تم خدا تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جیسے تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو۔ جیسے ایک چھوٹا بچہ کہتا ہے کہ میں نے اماں کے پاس جانا ہے اسی طرح تم بار بار خدا تعالیٰ کا ذکر کرو تا کہ وہ تمہیں یاد ہو جائے۔ خدا تعالیٰ وراء الورا ہستی ہے اُس کا حُسن براہِ راست انسان کے سامنے نہیں آتا بلکہ اُس کا حُسن انسان کے سامنے کئی واسطوں سے آتا ہے۔ اگر اس کے حُسن کو الفاظ میں بیان کیا جائے اور پھر ہم اس پر غور کریں اور سوچیں تو آہستہ آہستہ وہ نقش فِی الْحَجَر کی طرح ہو جائے گا اور معنوی طور پر اس کی شکل ہمارے سامنے آ جائے گی۔

خدا تعالیٰ کے جو ننانوے نام بتائے جاتے ہیں وہ دراصل یہی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ کے صرف ننانوے نام نہیں بلکہ اُس کے نام ننانوے ہزار میں بھی ختم نہیں ہوتے۔ عدد محض تقریبی ہے۔ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔ صوفیاء یا گزشتہ انبیاء نے ذہن نشین کرنے کے لیے یہ اصطلاح وضع کر دی کیونکہ ان ناموں کا ذکر یہودیوں کی کتابوں میں بھی آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اگر موٹے موٹے نام بھی گِنے جائیں تو وہ بھی ننانوے سے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر نام در نام آ جاتے ہیں۔ پھر ان کی تشریح آ جاتی ہے اور اس طرح یہ نام کئی ہزار کیا کئی لاکھ تک جا پہنچتے ہیں۔ ہم لفظ ربّ بولتے ہیں تو اس کا ہم پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ لفظ ہماری زبان کا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسانی دماغ اِس طرح کا بنایا ہے کہ جس چیز کو انسان بچپن میں سمجھ لے وہ چیز فوراً اُس کے ذہن میں آتی ہے باقی چیزیں براہِ راست ذہن میں نہیں آتیں۔ دماغ ان کا ترجمہ کرتا ہے۔ پھر وہ ترجمہ ہمارے ذہن میں آتا ہے۔ مثلاً جب ہم لفظ ''آقا'' بولتے ہیں تو اس کا مفہوم فوراً ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے، اِس کا ہمیں ترجمہ نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن جب ہم مالک اور ماسٹر کہتے ہیں تو ذہن ان کا ترجمہ کرتا ہے۔ بیشک بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو غیر زبانوں کے ہیں اور وہ ہماری زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ وہ جب بولے جائیں تو اُن کا مفہوم براہ راست ہمارے ذہن میں آ جائے گا لیکن وہ الفاظ صرف محدود معنوں میں ہماری زبان میں استعمال ہوتے ہیں اور انہی محدود معنوں میں وہ ہمارے ذہن میں آتے ہیں۔ مثلاً ربّ کا لفظ ہے۔ عربی زبان میں اِس کے معنے بہت وسیع ہیں لیکن جب یہ لفظ اردو میں استعمال ہو گا تو محدود معنوں میں ہو گا۔

ان محدود معنوں کے لیے ترجمہ پیش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لیکن دوسرے معنوں میں جب یہ لفظ استعمال ہوگا تو پھر ترجمہ کی ضرورت پیش آئے گی۔ جب یہ لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو پہلے ہم اس کے معنے ذہن میں لاتے ہیں اور پھر اس کا ترجمہ کرتے ہیں، اس کے بعد اسے دماغ کی لائبریری میں رکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح مالک کا لفظ ہے۔ عربی میں یہ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اپنے مادے کے لحاظ سے یہ کئی کیفیتوں پر دلالت کرتا ہے لیکن اردو زبان میں یہ لفظ محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب ان معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوگا تو ہمارے دماغ کو اس کا ترجمہ نہیں کرنا پڑے گا بلکہ اس کا مفہوم براہ راست ہمارے ذہن میں آ جائے گا۔ لیکن جب یہ دوسرے معنوں میں استعمال ہوگا تو پہلے ہم اس کے معنیٰ ذہن میں لائیں گے اور پھر اس کا اپنی زبان میں ترجمہ کریں گے۔ اِسی طرح رحمان ہے، رحیم ہے۔ ان کا مفہوم بھی براہ راست ذہن میں نہیں آتا بلکہ دماغ ان کا پہلے ترجمہ کرتا ہے پھر وہ معنے دماغ کی لائبریری میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ تم اپنے دل میں انہیں رکھ کے دیکھ لو تمہیں ابھی پتا لگ جائے گا کہ اس کے کیا معنے ہیں۔ اگر تم ربّ کا لفظ کہو تو فوراً اس کے بعض معانی ہمارے ذہن میں آ جائیں گے کیونکہ یہ لفظ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن رحمان کہو تو یہ فوراً ہمارے ذہن میں نہیں آئے گا حالانکہ یہ لفظ ہم نے ہزاروں دفعہ استعمال کیا ہوگا کیونکہ یہ لفظ ہماری زبان میں استعمال نہیں ہوتا دماغ پہلے اس کا ترجمہ کرے گا۔ اِسی طرح غفور اور غفّار کے الفاظ ہیں۔ یہ عام الفاظ ہیں اور ہم انہیں اپنی زندگی میں ہزاروں بار استعمال کر چکے ہوں گے لیکن ان کا مفہوم ہمارے ذہن میں فوراً نہیں آئے گا۔ ہمارے ذہن میں جو کچھ آئے گا وہ اس کا ترجمہ ہوگا اور اس میں کچھ وقت لگے گا خواہ وہ وقت سیکنڈ کا ہزارواں حصہ ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے تصویر کے کیمرے ہوتے ہیں۔ بعض کیمرے سیکنڈ کے سویں حصہ میں تصویر کھینچ لیتے ہیں۔ پھر جو ان سے بڑے کیمرے ہوتے ہیں وہ سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تصویر کھینچ لیتے ہیں اور جو ہوائی جہازوں میں کیمرے ہوتے ہیں وہ تو ان سے بھی بہت بڑے ہوتے ہیں۔ بہرحال وقت ضرور لگے گا خواہ وہ کتنا ہی قلیل ہو۔ تم رحمان، رحیم، غفور یا ستّار کا لفظ بولو اور پھر تجربہ کر کے دیکھ لو تمہیں یہ محسوس ہوگا کہ ان کے معنے سمجھنے پر وقت لگا ہے خواہ وہ وقت کتنا ہی قلیل ہو۔ لیکن جو الفاظ اردو زبان کے ہوں گے ان پر کوئی وقت نہیں لگے گا۔ اسی طرح جو غیر زبانوں کے الفاظ ہماری زبان میں مستعمل ہوتے ہیں جنہیں ہم

کثرت سے بولتے اور سنتے ہیں وہ ہمارے دماغ میں براہِ راست داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہی معنے ہمارے دماغ میں داخل ہوں گے جن میں وہ ہماری زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن جن معنوں میں وہ ہماری زبان میں استعمال نہیں ہوتے وہ چاہے کوئی ماہرِ زبان ہی کیوں نہ ہو ترجمہ ہو کر اس کے دماغ میں داخل ہوں گے۔ یہ محنت طلب بات ہے۔ خالی ربّ، مالک، رحمان، رحیم کہنے سے اُس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک تم ترجمہ کر کے اسے ذہن میں دہراؤ گے نہیں کہ اس کے یہ معنے ہیں۔ جب تم انہیں بار بار دہراؤ گے تو وہ دماغ کی فلم پر آ جائیں گے اور ایک لفظ بار بار دماغ میں آنے کے بعد تصویر کا ایک حصہ بن جائے گا۔ پھر متعدد الفاظ سے خدا تعالیٰ کی ایک تصویر بن جائے گی اور پھر اُس تصویر سے خدا تعالیٰ کا وجود سمجھ لیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت روحانی ماتھا بنا دے گی، کوئی صفت روحانی کان بنا دے گی، کوئی صفت روحانی آنکھ بنا دے گی اور اس طرح ایک تصویر بن جائے گی۔ بہرحال خدا تعالیٰ کی تصویر روحانی طور پر سامنے آئے گی جس سے تم یہ سمجھو گے کہ خدا تعالیٰ ایک حسین چیز ہے۔ اور جب تم یہ سمجھو گے کہ خدا تعالیٰ ایک حسین چیز ہے تو اس کی محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ اسی چیز کا نام ذکرِ الٰہی ہے۔ اِس کا رواج ہماری جماعت میں نہیں دوسرے لوگوں میں اِس کا رواج ہے۔ مثلاً پیروں اور فقیروں کی جماعتوں میں اِس کا رواج عام طور پر پایا جاتا ہے لیکن انہوں نے اِسے ایک کھیل بنا دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پیر کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ وہ پیر شکار کا بہت شوقین تھا۔ وہ ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لیے گیا اور بڑی کوشش کے بعد اس نے ایک ہرن مارا۔ جب اس ہرن کو تیر لگا تو وہ تیز دوڑا۔ پیر صاحب نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ آخر بڑی محنت کے بعد اسے پکڑنے میں کامیاب ہوئے۔ پیر صاحب کو غصہ تھا کہ میرا گھوڑا بہت تھک گیا ہے۔ وہ جب ہرن کو ذبح کرنے لگے تو اپنے خیال میں وہ تکبیر کہہ رہے تھے لیکن کہہ یہ رہے تھے سؤ را! تُو نے میرا گھوڑا مار دِتّا، سؤ را! تُو نے میرا گھوڑا مار دِتّا۔ اس کا نام انہوں نے ذکرِ الٰہی رکھ لیا تھا حالانکہ وہ لفظوں میں بھی نہیں ہو رہا تھا لیکن اُن کی تسبیح چلی جا رہی تھی۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے کہ ہمارے ماموں مرزا علی شیر صاحب تھے۔ وہ ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی تھے۔ شاید میاں عزیز احمد صاحب کی دادی کے حقیقی بھائی یا قریبی رشتہ دار تھے۔

وہ قادیان میں آنے والوں کو ہمیشہ ورغلاتے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے دیکھو! میں مرزا صاحب کا قریبی رشتہ دار ہوں میں بھی انہیں نہیں مانتا۔ مرزا صاحب نے دکان بنا رکھی ہے۔ صرف دکان۔ مرزا علی شیر صاحب تسبیح خوب پھیرا کرتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ منکے پر منکا چلتا تھا۔ انہیں باغبانی کا شوق تھا اس لیے انہوں نے ایک باغیچہ لگایا ہوا تھا جس میں وہ سارا دن کام کرتے رہتے تھے۔ جہاں آجکل قادیان میں دُوْرُ الضُّعَفاء ہیں وہاں اُن کا باغیچہ تھا۔ درختوں سے انہیں عشق تھا اس لیے جونہی کسی نے کسی درخت کو چُھوا تو انہیں غصہ آیا اور وہ اُس کے پیچھے بھاگ پڑے۔ بچے شرارتیں کرتے ہیں۔ ہم تو بہت احتیاط کرتے تھے کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید مخالف تھے لیکن دوسرے بچے انہیں چھیڑا کرتے تھے۔ مثلاً کوئی بیدانہ5 کا درخت ہے تو بچوں نے پتھر مارنا اور اس طرح بیدانہ اُتار کر کھانا۔ ماموں علی شیر صاحب نے جب بچوں کو پتھر مارتے دیکھنا تو اُن کے پیچھے بھاگنا اور گالیاں دینا سؤر، بدمعاش! لیکن تسبیح کے منکے برابر چلتے جاتے تھے۔ ہم اُس وقت بھی حیران ہوتے تھے کہ انہوں نے تو تسبیح پر سو دفعہ خدا تعالیٰ کا نام لینا تھا لیکن اس میں سے پچاس دفعہ تو انہوں نے سؤر اور بدمعاش کہہ دیا ہے۔ اب انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ اصل ذکرِ الٰہی بھی چھوڑ دیا جائے۔ ہمارے ہاں ذکرِ الٰہی کا رواج نہیں۔ مسجد میں جاؤ تو وہاں آپس میں یہ گفتگو شروع ہوتی ہے کہ سنا ہے آپ نے بھینس خریدی ہے؟ کیسی ہے؟ کتنے کو لی؟ فلاں جگہ آپ نے جانا تھا گئے نہیں؟ آپ کی ترقی کے معاملہ کا کیا بنا؟ وغیرہ وغیرہ۔ مسجدوں میں خدا تعالیٰ کا نام لو، مالک کا نام لو اور اُس کی مالکیت کو ذہن میں لاؤ، قدوس کا نام لو اور اُس کی قدوسیت کو ذہن میں لاؤ، ستّار کا نام لو اور اُس کی ستّاریت کو ذہن میں لاؤ، غفور کا نام لو اور اُس کی غفوریت کو ذہن میں لاؤ، غفّار کا نام لو اور اس کی غفّاریت کو ذہن میں لاؤ۔ جب تم تصویر ہی نہیں کھینچو گے تو خدا تعالیٰ کی محبت کس طرح پیدا ہوگی؟ محبت کے لیے ضروری ہے کہ یا تو کسی کا وجود سامنے ہو اور یا اس کی تصویر سامنے ہو۔

مثلاً اسلام نے یہ کہا ہے کہ جب تم شادی کرو تو شکل دیکھ لو6 اور جہاں شکل دیکھنی مشکل ہو وہاں تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ میری جب شادی ہوئی میری عمر چھوٹی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاکٹر رشید الدین صاحب کو لکھا کہ لڑکی کی تصویر بھیج دیں۔ انہوں نے تصویر بھیج دی اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ تصویر مجھے دے دی۔ میں نے جب کہا کہ مجھے یہ لڑکی پسند ہے تب آپؑ نے میری شادی وہاں کی۔

پس بغیر دیکھنے کے محبت ہو کیسے؟ یہ تو ایسی ہی چیز ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے سامنے آئے اور تم آنکھوں پر ہاتھ رکھ لو اور پھر کہو کہ خدا تعالیٰ کی محبت ہو جائے وہ محبت ہو کیسے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی 7

یعنی کچھ تو ہو۔ اگر محبوب خود سامنے نہیں آتا تو اُس کی آواز ہی سنائی دے۔ اس کے حُسن کی کوئی نشانی تو نظر آئے۔ یہ تصویر ہے خدا تعالیٰ کی۔ ربّ، رحمان، رحیم، مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، ستّار، قدوس، مومن، مہیمن، سلام، جبّار اور قہّار اور دوسری صفاتِ الٰہیہ یہ نقشے ہیں جو ذہن میں کھینچے جاتے ہیں۔ جب متواتر ان صفات کو ہم ذہن میں لاتے ہیں اور ان کے معنوں کو ترجمہ کر کے ذہن میں بٹھا لیتے ہیں تو کوئی صفت خدا تعالیٰ کا کان بن جاتی ہے، کوئی صفت آنکھ بن جاتی ہے، کوئی صفت ہاتھ بن جاتی ہے اور کوئی صفت دھڑ بن جاتی ہے اور یہ سب مل کر ایک مکمل تصویر بن جاتی ہے۔ یہ تصویر الفاظ سے نہیں بنتی بلکہ اُس حقیقت سے بنتی ہے جو اس کے پیچھے ہے۔ ان صفات کی تشریح کو دماغ میں لانے سے یہ دماغ کے اندر جمتی جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ محبتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کوشش کرنا کہ تصویر کو سامنے لائے بغیر محبت ہو جائے یہ حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تصویر کو سامنے لانے کا ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے اور یہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ محبتِ الٰہی کا کوئی اور گُر بتاؤ تو یہ بیوقوفی ہوگی۔ کسی شخص کو یہ بتایا جائے کہ تم ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر فلاں صاحب کا اتنی دفعہ ذکر کیا کرو تو وہ کہے گا سُبْحَانَ اللّٰہِ! کیا ہی عمدہ گُر ہے محبتِ الٰہی کے پیدا کرنے کا۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ ذکرِ الٰہی کیا کرو تو وہ کہے گا یہ بھی کوئی گُر ہے۔ یا اگر کسی کو کہا جائے کہ سر کے بَل لٹک کر فلاں ورد کیا کرو تو وہ خوش ہو جائے گا۔ لیکن اگر کہیں ستّار، غفّار، رحمان اور رحیم کا ورد کرو تو وہ کہے گا یہ تو پرانی بات ہے۔

غرض لوگ سیدھا رستہ چھوڑ کر بے راستہ چلیں گے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی منہ کی بجائے کان میں روٹی ٹھونس لے اور کہے یہ پیٹ میں کیوں نہیں جاتی؟ کان میں روٹی ٹھونسنے سے وہ پیٹ میں نہیں جائے گی بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مر جائے گا۔ اِسی طرح محبتِ الٰہی بھی تصویر کو

دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اور جو شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ بغیر تصویر کے محبتِ الٰہی پیدا ہو جائے وہ بیوقوف ہے۔ ہزاروں بار دیکھنے، پڑھنے اور سننے میں آیا ہے کوئی شخص گاربو یا کسی اَور ایکٹرلیس پر عاشق ہو گیا حالانکہ گاربو یا وہ ایکٹرلیس اُس نے دیکھی بھی نہیں ہوتی۔ سکرین پر شکل دیکھی اور اُس پر لٹّو ہو گیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ محبت صرف دیکھنے سے ہی پیدا نہیں ہوتی سننے اور تصویر دیکھنے سے بھی پیدا ہو جاتی ہے اور غیر مرئی چیز کی تصویر اُس کی صفات ہوتی ہیں۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی صفات کو بار بار ذہن میں لائے تو آہستہ آہستہ اُس کا نقشہ بنتا جائے گا۔ تم پانی یا ملائی کی برف بناتے ہو تو اُس کو بار بار ہلاتے ہو۔ کیا پہلے جھٹکے میں ہی برف بن جاتی ہے؟ اُس پر بہر حال وقت لگتا ہے اور بار بار ہلانے سے برف بنتی ہے۔ اِسی طرح محبت الٰہی بار بار ذکرِ الٰہی کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک ایک، دو دو دفعہ ذکرِ الٰہی کرو گے یا غلط طور پر ذکرِ الٰہی کرو گے تو انجام کار تمہاری کوشش ضائع ہو جائے گی۔ لیکن تم اگر ٹھیک طور پر ذکرِ الٰہی کرو گے اور بار بار کرو گے تو اِس سے محبتِ الٰہی پیدا ہو گی۔ صفاتِ الٰہیہ کا بار بار دہرانا اور تواتر سے دہرانا اس سے خدا تعالیٰ کی تصویر بنتی ہے اور اس تصویر کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی تصویر کو نظر انداز کر کے غیر طبعی طور پر محبتِ الٰہی کو پیدا کرنا حماقت کی چیز ہے اور ایسے لوگ سر مار مار کر مر جاتے ہیں لیکن انہیں ملتا کچھ نہیں"۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

"میں نماز کے بعد بعض دوستوں کے جنازے پڑھاؤں گا۔ حسین بخش صاحب کے بیٹے نے اطلاع دی ہے کہ اُن کے والد فوت ہو گئے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ان کی وفات موضع بونگا بلوچاں ضلع لاہور میں ہوئی ہے جہاں جنازہ پڑھنے والا کوئی احمدی نہیں تھا۔

محمد اکبر صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ محمد یوسف صاحب درویش کے لڑکے فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم مخلص اور سلسلہ کا خدمت گزار تھا۔

دوست محمد صاحب حجانہ نے اطلاع دی ہے کہ صوفی اللہ بخش خان صاحب لغاری بلوچ پٹواری نہر ڈیرہ غازیخان فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم مخلص احمدی تھے اور تبلیغ کا بہت شوق رکھتے تھے۔

منشی سکندر علی صاحب چک نمبر 260 تحصیل سمندری ضلع لائلپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ

اُن کے بیٹے عطاء اللہ صاحب فوت ہو گئے۔ گاؤں میں صرف ایک گھر احمدیوں کا ہے جنہوں نے جنازہ پڑھا۔

عبدالقادر صاحب اعوان لکھتے ہیں کہ ہمشیرہ نے اطلاع بھجوائی ہے کہ ان کی لڑکی طلعت فوت ہوگئی ہے۔کوئی احمدی جنازہ پڑھنے والا نہ تھا غیر احمدیوں نے جنازہ پڑھا۔

محمد نذیر صاحب فاروقی نے اطلاع دی ہے کہ اُن کی لڑکی مبارکہ بیگم بہاولنگر ریاست بہاولپور میں فوت ہوگئی ہے۔ چند دوست نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔

شیخ سبحان علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کی والدہ حسین بی بی صاحبہ زوجہ منشی گوہر علی صاحب فوت ہوگئی ہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور خواہش رکھتی تھیں کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں۔

ملک بشیر احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بھائی ملک عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر فوت ہو گئے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور میرے ہم جماعت تھے۔ ہم اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔نہایت شریف اور نیک شخص تھے لیکن کانوں سے بہرے تھے۔ میں نے ابھی ابھی ذکرِ الٰہی کا ذکر کیا ہے ان کو میں نے دیکھا ہے کہ یہ بچپن سے ہی ذکرِ الٰہی کے عادی تھے اور نہایت مخلص احمدی تھے۔

مستری محمد رمضان صاحب قادیان کے پرانے مستری تھے۔ چالیس سال ہوئے احمدی ہوئے اور احمدی ہوتے ہی قادیان آ بسے۔ قادیان کی بہت سی عمارتیں انہوں نے بنائی تھیں۔ وہ آج فوت ہو گئے ہیں۔

نمازِ جمعہ کے بعد میں ان سب کا جنازہ پڑھاؤں گا''۔

(الفضل 19 جولائی 1951ء)

1: صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب التسمية على الطعام والاكل باليمين

2: جامع الترمذی کتاب الدعوات باب مايقول اذا فرغ من الطعام

3: کمخواب: ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو زری کی تاروں کی آمیزش سے بُنا جاتا ہے۔ زربفت (فیروز اللغات اردو جامع مطبوعہ فیروز سنز لاہور)

4: البقرة: 201

5 : **بیدانہ**:(بے دانہ) وہ پھل جس میں بیج نہ ہو۔ایک قسم کا انار (فیروز اللغات اردو جامع مطبوعہ فیروز سنز لاہور)

6 :سنن ابن ماجه ابواب النكاح باب النَّظْرِ اِلَى الْمَرْأَةِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا۔

7: درثمین اردو۔نظم محاسن قرآن کریم۔صفحہ 101 مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی 1962ء